۱۵ر جون ۱۹۷۲ء

رجسٹرڈ نمبر ایل ۹۲۲
فون نمبر ۲۹
ایڈیٹر
آل احمد سرور
اشاعت کی تاریخیں
۱، ۸، ۱۵، ۲۲
قیمت سالانہ چھ روپے
قیمت فی کاپی ۲۰ پیسے

ہفتہ وار
ہماری زبان

جلد ۳۲ | انجمن ترقی اردو ہند (علی گڑھ) | شمارہ ۱۳

اداریہ

ہمیں بھی کچھ کرنا ہے؟

یہ بات تو اپنی جگہ صحیح ہے کہ حکومت کی غلط اور نازیبا پالیسی کی وجہ سے اردو کے ساتھ بڑی زیادتی ہوئی ہے اور نہ ابتدائی اور ثانوی منزل پر اردو کے ذریعہ تعلیم کا کوئی معقول انتظام ہے، نہ اردو کی کتابیں وقت پر دستیاب ہوتی ہیں نہ اردو کے استادوں کی تربیت کا مناسب انتظام ہے اور نہ ضرورت کے مطابق اردو کے استادوں کو ملازمت ملتی ہے۔ ہندی کی ریاستوں میں جو لوگ صرف اردو جانتے ہیں اُن کو خاصی زحمت اٹھانی پڑتی ہے کیونکہ حکومت عوام کی سہولت کا خیال نہیں کرتی، اپنی لسانی پالیسی کو کامیاب بنانے کے لئے کوئی دقیقہ فراموش نہیں کرتی۔ اس لئے حکومت سے ہمارا مطالبہ کہ اردو کو اُن ریاستوں میں جہاں اردو بولنے والوں کی معتدبہ آبادی ہے، سرکاری طور سے تسلیم کیا جائے تاکہ دفتر شاہی سے حکومت کے اعلانات پر عمل کرایا جاسکے، ضروری ہے اور ہم اس کو منوانے کے لئے سارے جمہوری طریقے استعمال کریں گے، مگر اس وقت ہمیں اردو دوستوں سے خاص طور پر یہ کہنا ہے کہ حکومت اگر ہماری خواہش کے مطابق سرکاری طور پر اردو کو تسلیم بھی کرلے پھر بھی اس پر قرار واقعی عمل کے لئے ہمیں اپنی طاقت پر بھروسہ کرنا پڑے گا، آج کل حکومت کا حال یہ ہے کہ اوپر سے ہر طرح کے اعلان ہوتے رہتے ہیں لیکن دفتر شاہی کا نظام ایسا ہے کہ بغیر کسی سفارش یا خاص اثرات کے کوئی کام آگے نہیں بڑھتا۔ کچھ لوگوں کا تو یہ بھی خیال ہے کہ اس کے علاوہ بھی کچھ مطالبات ہوتے ہیں۔ بہرحال حقیقت کچھ بھی ہو، اردو دوستوں کو چند باتیں ذہن نشین کرلینی چاہئیں، پہلی یہ ہے کہ یہ کام ان کا کام ہے اور دوسرے اس میں اتنی دلچسپی نہ لے سکتے ہیں نہ لیں گے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس سلسلے میں یہ طے کرنا ہے کہ یہ کام کتنا ضروری ہے اور وہ اسے کتنا مقدم سمجھتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ روزگار کا سوال اہم ہے اور حکام کی افسروں سے [illegible] بھی تصلیب نہیں، مگر اردو دوست اگر اپنے بچوں کو اردو پڑھانے میں اندیشہ ہائے دور دراز کے شکار رہے تو اردو کی بقا اور ترقی ہوچکی۔ انھیں یہ طے کرنا ہوگا کہ ہمیں اپنے بچوں کو ہر حال میں اردو کے ذریعہ سے ابتدائی اور ثانوی تعلیم دلوانی ہے اور اس کے ساتھ ہندی ریاستوں میں ہندی کی اتنی صلاحیت بھی ان میں پیدا کرنی ہے کہ وہ ریاست کے کاروبار میں دوسروں کے برابر حصہ لے سکیں، بلکہ یہ بھی انتظام کرنا ہے کہ تیسری زبان کے طور پر انھیں انگریزی سے بھی واقفیت ہو۔ جہاں ہندی کے علاوہ کوئی اور علاقائی زبان ہے وہاں ہندی کے بجائے اس علاقائی زبان میں مہارت حاصل کرنی چاہئے اور چونکہ ہندی کے ساتھ انگریزی

ملک کی سرکاری زبان ہے اس لئے انگریزی پڑھنے سے وہ ملک کے ساتھ بھی رہیں گے اور عالمی علمی دنیا کے ساتھ بھی۔ اگر کچھ اردو دوست اردو کی تعلیم کے لئے جو سہولتیں مل رہی ہیں ان سے کسی وسوسے یا خطرے کی وجہ سے فائدہ نہیں اٹھاتے تو وہ اپنا ذہنی نقصان کرتے ہی ہیں۔ اردو کے مشن کو اور بالآخر ملک میں صالح سیرت اور شخصیت کی تعمیر کو بھی نقصان پہنچاتے ہیں۔ من وسلویٰ اب کسی کے لئے آسمان سے نہیں اترتا۔ اپنی ضروریات کے لئے افراد اور قوموں کو جدوجہد کرنی پڑتی ہے چوکنا رہنا پڑتا ہے۔ اپنی بات متعلقہ افراد اور اداروں تک پہنچانی پڑتی ہے بعض اوقات ایک کام کے لئے کئی کئی دفعہ یاد دہانی کرانی پڑتی ہے۔ ہم روز آئے دن دیکھتے ہی ہیں کہ جب تک کسی ذاتی کام کے لئے کئی دفعہ کہا نہ جائے وہ کام ہوتا ہی نہیں۔ وعدے کے مطابق کہیں کام نہیں ہوتا۔ اس لئے اردو کے ذریعہ ابتدائی اور ثانوی منزل پر تعلیم کے لئے ہمیں اسی طرح مستعد اور چوکنا رہنا پڑے گا جس طرح ہم اپنے ذاتی کاموں کے لئے رہتے ہیں۔ مسرت کی بات یہ ہے کہ بے یقینی کے اس دور میں حکومت پر یا دوسروں پر نہیں اپنے عزم اور حوصلے پر اعتماد کرکے جن سہولتوں کا وعدہ کیا گیا ہے ان کو حقیقی بنانا پڑے گا۔ ہم محض گھر بیٹھے یہ کہہ کر اپنے فرض سے سبکدوش نہیں ہوسکتے کہ حکومت بے پرواہ ہے اور نوکر شاہی بے ایمان اور سہولتوں کے سارے خوبصورت وعدے فریب ہیں اس لئے ہمیں کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ فلک کج رفتار یا سنگدل زمانے یا بے رحم دنیا یا بے حس حکومت یا ظالم سماج کو الزام دینے سے ہوسکتا ہے کہ ہمیں کچھ نہ کرنے کا بہانہ مل جائے۔ مگر ہم اپنی منزل سے نہ صرف دور رہیں گے بلکہ منزل تک پہنچنے کی صلاحیت بھی کھو بیٹھیں گے۔ اس لئے اس وقت ہمیں حالات کو سمجھتے ہوئے ان میں سے اپنا راستہ نکالنا ہے۔ دشواریوں کو پہچانتے ہوئے ان کو کم کرنا ہے۔ فریب اور حقیقت کی دھوپ چھاؤں میں سے فریب سے بچنا اور حقیقت سے کام لینا ہے۔ زندگی میں کوئی چیز آسانی سے ہاتھ نہیں آتی اس کے لئے کوشش کرنی پڑتی ہے کوشش سے ایک تو آدمی خود پختہ ہوتا ہے، دوسرے اُسے کامیابی بھی ہوتی ہے، ہوسکتا ہے وہ ستاروں کو نہ چھو سکے مگر زندگی کے بہت سے پہاڑ تو اپنی جگہ سے سرکا ہی سکتا ہے۔

لکھنؤ کے اردو ٹیچروں کے انٹرویو کی تاریخ

۲۵ ر ۲۶ رجون کو

لکھنؤ ۱۰ رجون۔ اڈیشنل بیسک شکشا ادھیکاری (تعلیم) لکھنؤ نے اردو اکاڈمی کو اطلاع دی ہے کہ ہر ضلع کے شکشا ادھیکاریوں کی ایک میٹنگ لکھنؤ میں ۱۸ ر ۱۹ ر ۲۰ رجون کو بلائی گئی ہے۔ جہاں تک انٹرویو کا تعلق ہے انھوں نے بتایا ہے کہ لکھنؤ میں تو ۲۵ ر ۲۶ رجون کو اردو ٹیچروں کے انٹرویو ہو جائیں گے لیکن باقی ضلعوں کے متعلق یہ فیصلہ ہوا ہے کہ ہر ضلع کے بیسک شکشا ادھیکاری اپنے اپنے ضلعوں کے انٹرویو کی تاریخ خود ہی طے کریں گے۔ ڈائرکٹر بیسک تعلیمات نے یہ ہدایت بھی جاری کی ہے کہ مدرسوں اور اسامیوں کا انٹرویو جون میں ضرور ختم کریں تاکہ جولائی سے نیا تعلیمی سال شروع ہوتے ہی اردو ٹیچروں کی تقرری کی جاسکے۔

• صباح الدین عمر۔ سکریٹری

بھوپال کے تین شاعروں کو وظیفۂ حسن خدمت

بھوپال۔ بھوپال کے تین شعراء جناب محمد علی تاج، جناب گوہر جلالی اور جناب نسیم بھوپالی کو مدھیہ پردیش سرکار نے ان کی شعری خدمات کے صلہ میں علی الترتیب ۱۰۰ روپیہ اور ۵۰-۵۰ روپیہ ماہانہ وظیفہ دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ سرکار کے اس فیصلہ کا ادبی حلقوں میں پرتپاک خیر مقدم کیا گیا۔

• نامہ نگار

پروفیسر عبد الرؤف

ل۔ احمد ـــــ ایک تاثر

ادبیت کے شعلے جن سے کسی بھی انسان کا سینہ خالی نہیں جب اُن کی پرورش کی جاتی ہے اور ان کا صحیح مصرف لیا جاتا ہے تو بلندیوں کے وہ راز کھلتے ہیں، اور ایسے نتائج برآمد ہوتے ہیں کہ آدمی اچنبھے میں پڑ جاتا ہے اور خود اپنے آپ سے سوال کرنے لگتا ہے "یہ کیا ہے یہ کیسے وقوع پذیر ہوا؟" اسباب و علل کی دنیا جب سادھ لیتی ہے اور جواب بن نہیں پڑتا۔ انھیں شعلوں کو آواز کے پیکر (یعنی الفاظ) بخشنے کا نام ادب یا شاعری ہے ل۔ احمد صاحب نے انھیں شعلوں کی پرورش میں عمر گزاری ہے ان کے جذبات، ان کے جمالیاتی شعور اور انقلابی افکار کی تہوں میں یہی شعلے کار فرما نظر آتے ہیں۔ ل۔ احمد صاحب کا عہد اس پوری صدی کو اپنی گرفت میں لئے ہوئے ہے وہ بیسویں صدی کے ممتاز ترین ادیب اور صاحب طرز انشاء پرداز ہیں۔

سرسید احمد خاں نے بذات خود اور ان کے رفقائے کار نے اردو نثر کی بے مائگی کو دور کرنے اور اسے جدید موضوعات اور میلانات سے متعارف کرنے کے لئے جو تحریک شروع کی تھی اور اس سے جو اثرات مجموعی طور پر مرتب ہوئے تھے اس کے نتیجے میں اردو زبان کو دنیا کی جدید زبانوں کی صف میں نمایاں نہ سہی ایک حیثیت ضرور مل گئی (سرسید کی مشہور تصنیف آثار الصنادید اردو کی وہ پہلی کتاب ہے جس کی محققانہ اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے پیرس یونیورسٹی نے ڈی۔ لٹ کی ڈگری دی تھی)

ل۔ احمد کا تعلق اس "نئی پود" یا اس "نئی نسل" سے ہے جسے سرسید کی تحریک سے اثر قبول کرنے میں اولیت کا شرف حاصل ہے۔ ل۔ احمد صاحب کی عمر کو دیکھتے ہوئے (جو اب ۸۸ سال ہے) نئی پود "نئی نسل" جیسے الفاظ سے چونکنا نہیں چاہئے ۱۹ ویں صدی کی آخری اور ۲۰ ویں صدی کی پہلی دو دہائیوں کو سامنے رکھتے ہوئے اگر ہم ل۔ احمد کا تصور کریں تو ہم کو دبلا پتلا چمپئی رنگ کا ایک نوجوان نظر آئے گا جس کی چھوٹی چھوٹی چمکتی آنکھوں میں ایک حیرت انگیز گہرائی تھی جو اس کی ذہانت کا پتہ دیتی تھی، اس کی آواز میں اور انداز گفتگو میں ایک بات تھی جو دوستوں کو اپنی طرف کھینچتی تھی لیکن افکار و مسائل کے وہ شرارے، جو اس کے سینے میں دہک رہے تھے، دوست دشمن سب ان سے بے خبر رہے۔ اس کا قد پست تھا لیکن آگے چل کر یہ نوجوان ایک بلند قامت ادیب بننے والا تھا۔

ہمارا عہد بے یقینی اور بے سمتی کا عہد ہے۔ پرانے مسائل اپنی جگہ کھڑے ہیں، نئے مسائل کی فہرست میں برابر اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ حل نہ پرانے مسائل کا سمجھ میں آیا اور نہ نئے کا۔ ہماری مثال رات کے اس مسافر کی سی ہے جس کے پاس کوئی روشنی نہ تھی، بادل کی گرج سے جس کا دل لرزتا تھا اور وہ گھٹا ٹوپ اندھیرے میں محض بجلی کی چمک کے سہارے راستہ طے کرنا چاہتا تھا۔ بجلی کی چمک میں دو قدم آگے بڑھتا اور پھر منتظر رہتا کہ دوبارہ چمک ہو تو کسی طرف چلیں۔ بادل گرجا، بجلی کڑکی، مسافر ایک طرف کو مڑ گیا، اسے خود پتہ نہ تھا اسے کس سمت جانا ہے۔ خوف سے اس کی بوٹی بوٹی کانپ رہی تھی۔

گزشتہ ڈیڑھ سو سال میں جو تبدیلیاں ہمارے ملک اور سماج میں وقوع پذیر ہوئی ہیں اگر ان کا حجم اور ان کی رفتار ناپی جائے تو وہ ان تمام تبدیلیوں پر بھاری نظر آئے گی جو گزشتہ تین ہزار سال سے مجموعی طور پر رونما ہوتی رہی ہیں۔ انقلاب فرانس سے لے کر ہیروشیما تک، اور ہیروشیما سے لے کر تسخیر قمر تک۔ کیا کیا تبدیلیاں ظہور پذیر ہوئی ہیں۔

آنے والی نسلیں ہماری صدی کے درد و کسک، سوز و گداز، رنج و غم، کرب و انتشار، نشاط و امید، کامیابیوں اور ناکامیوں کا جب جائزہ لینا چاہیں گی تو ہماری شاعری ہماری داخلی کیفیات کی کچھ نشاندہی ضرور کر دے گی لیکن زندگی کی تفصیلات اس میں نظر نہیں آئیں گی۔ تفصیلات کے لئے نثری ادب، افسانوں اور ناولوں کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔ ل۔ احمد صاحب ان گنے چنے ادیبوں میں سے ہیں جنھوں نے عصری تقاضوں کا ساتھ دیتے ہوئے اپنے افسانوں، ترجموں اور مقالوں میں زندگی کی گونا گوں تفصیلات پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ تفصیلات حقیقت کی تہوں کو چھوتی ہیں اور سماج، انسانی فطرت اور زندگی کے بنیادی مسائل کی طرف اشارے کرتی ہیں۔

چند فقرے ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ قانون انسانوں کے بنائے ہوئے ہیں، بدبختیوں کے ڈھالے ہوئے ہیں۔ وہ زندگی کے نہیں۔

۲۔ میں نے زندگی کے کھیل کو سمجھنا شروع کیا اس نے دیکھا کہ یہاں چوری ہی سب کا پیشہ ہے لیکن چھوٹا چور چور ہے اور بڑا چور ساہوکار وہ زندگی کے کھیل۔

۳۔ یہ ندی مزدوروں کے، کسانوں کے، غریب انسانوں کے محنت و مشقت سے کھولتے ہوئے خون سے بھری گئی ہے۔ یہ بہتا ہوا خون اچانک سونا بن جاتا ہے۔ خود دام بیماری کی صحت بھی سونے کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ سرچشمہ بن جاتی ہے۔ یہاں تک کہ شاعر کی تخیل جب اونچائی کی طرف اڑ رہی تھی، اچانک اس نے

پر بھی سونے کے بن جاتے ہیں اور وہ بر تحلیل ہو کر زمین کی گندگی میں جا پڑتی ہے۔ ہر طرف سونا ہی سونا ہے۔

(جیون ٹھٹھا)

۴۔ اگر میرا ایسی نہ ہوں تو گرہست عورتوں کی عصمت ہر وقت خطرے میں ہے اور ان کی یہ عصمت دراصل میراؤں کے تیاگ کا پھل اور ایثار و قربانی کا نتیجہ ہے۔

(جیون ٹھٹھا)

۵۔ اور ان دونوں کو دل کی باتیں کرنے کا تھوڑا سا موقع مل گیا، مہلت ملی تو سرویا کی ہوتی چور آنکھیں موتی ٹپکانے لگیں۔

(قربانی)

۶۔ کُسم کے تو تن بدن سے مسرت اس طرح پھوٹتی محسوس ہوتی تھی جیسے کیوڑے کی بالی سے خوشبو نکلتی ہو۔

(پریم کا اندھاپن)

زبان میں شستگی اور حسن کا فقدان ہمارے عہد کا ایک عظیم المیہ ہے۔ جب زبان اپنی اصل سے قریب ہوتی ہے تو ہم اس کو شستہ اور سلیس کہتے ہیں۔ اردو کی اصل کھڑی بولی ہے جو اپنے اردگرد بولی جانے والی زبانوں بالخصوص ہریانی اور برج بھاشا سے گھرے اور پائدار اثرات قبول کرتی رہی ہے۔ ل۔ احمد صاحب کے افسانوں کے بعض دیہی کردار وہ زبان بھی بولتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں جو برج بھاشا اور اودھ کے بین بین ہے۔ موقع محل کے لحاظ سے ل۔ احمد صاحب نے دلی کے گرد و نواح میں بولے جانے والے الفاظ بڑے سلیقے سے استعمال کئے ہیں۔ زبان و بیان کی لطافت ان کے صاحب طرز ادیب اور انشاء پرداز ہونے کی دلیل ہے۔ سماجی شعور کی بیداری کے درجوں کو سامنے رکھ کر ہی کسی ادیب کا مقام متعین کیا جا سکتا ہے۔ اس لحاظ سے ل۔ احمد صاحب اپنے عصر کے دوش بدوش ہیں اور کسی بھی رجحان سے پیچھے نہیں ہیں۔ زندگی سے علٰحدہ کسی ادب کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ کیا کوئی درخت ہوا میں معلق رہ کر اپنی شاخوں، پتوں، پھولوں اور پھلوں کی پرورش کر سکتا ہے؟ اکبرآبادی صاحب کی ادبی افکار کی جڑیں سماج کی تہوں میں گڑی ہوئی ہیں۔ ادب اگر زندگی سے پیوستہ ہو تو پیام بن جاتا ہے۔ ل۔ احمد صاحب کی ادبی کاوشیں تمام تر پیام کا حکم رکھتی ہیں۔ انھوں نے بتایا ہے کہ سماج میں صحت مند تبدیلی اس وقت تک ممکن نہیں جب تک قلم کاروں کو اپنے فرض کا احساس نہ ہو۔

روسی فکر و فن کی تاریخ کا مقصد اپنے ملک کے سنجیدہ افراد اور قلم کاروں پر یہ واضح کر دینا ہے کہ روس کا اشتراکی انقلاب محض ایک حادثہ نہ تھا بلکہ اس کے لئے ڈیڑھ سو سال سے زمین ہموار کی جا رہی تھی جس کو زرخیز بنانے میں روسی مفکروں، ادیبوں اور فنکاروں نے اپنے خون کا آخری قطرہ نچوڑ دیا۔ پشکن، ٹالسٹائی، دوستوفسکی، گورکی، غلام عفور ان کے علاوہ اور بھی نام ہیں جو انقلاب کے نقیب تھے۔ قلم کے ان سپاہیوں نے عوام کی ذہنی تشکیل میں جو کردار ادا کیا وہ کسی بھی رہبر کی خدمات سے کم نہیں جس نے انقلاب کی رہنمائی کی تھی۔

ل۔ احمد صاحب اس عمر میں بھی بشاش اور توانا نظر آتے ہیں۔ دفتر کے کام سے فارغ ہو کر وہ معمولاً لکھنے پڑھنے میں مصروف ہو جاتے ہیں۔

تابانی چہرہ و فروغ اعصار
ہے ہیز کا انعام توسط کا صلا
کہتے ہیں جسے دولت صحت وہ چیز
عادات کا زہد ہے بدن کا تقویٰ

ل۔ صاحب کی بشاشت کا راز جوش کی اس رباعی میں ڈھونڈنا چاہئے۔

انھوں نے کلکتہ کو اپنا وطن ثانی بنایا ہے جس پر کلکتہ کو فخر رہے گا۔ نواب نصیر حسین خیال، ابوالکلام آزاد، عبدالرزاق ملیح آبادی، یہ ان شاعروں کے نام ہیں جو کلکتہ نے موجودہ صدی میں اردو زبان کو دئے ہیں۔ اور ایک نام لطیف الدین احمد کا بھی ہے جو ان ناموں کے اور دوسرے ناموں کے (جو اس شہر سے منسوب رہے ہیں) ناموس اور آبرو کا ضامن ہے۔

چند مختصر یا طویل مضامین کے بس کی بات نہیں کہ وہ ل۔ صاحب کے افکار اور فن کا احاطہ کر سکیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ان پر باقاعدہ تصنیفیں اور کتابیں لکھی جائیں۔

پتہ نہیں اردو ادب کے مورخ انھیں کیوں نظر انداز کرتے رہے ہیں؟ کیا اس لئے کہ انھوں نے کلکتہ کو اپنے وطن ثانی ہونے کا شرف بخشا۔

سمجھو گے ہمارے بعد ہم کو
پر حیف کہ بعد مرگ سمجھے

(حاتم)

انجمن کی خبریں

رپورٹ بہار ریاستی انجمن ترقی اردو پٹنہ

بابت ۷۳-۱۹۷۲ء

بہار ریاستی انجمن ترقی اردو نے جون ۱۹۷۱ء کے انتخابی اجلاس کے بعد آخر ششماہی مدت میں انجمن کی تنظیم کو موثر بنانے اور اردو تحریک کی کامیابی کے لئے جو اقدامات کئے تھے۔ اس میں اولین حیثیت ۵ راگست ۱۹۷۱ء کے ریاستی سطح پر مظاہرے کو حاصل ہے جو اپنے اثرات کے اعتبار سے بے حد کامیاب رہا۔ انجمن نے اردو عوام کو منظم کرنے کے لئے یکے بعد دیگرے جو اقدامات کئے اس کی مختصر رپورٹ گزشتہ سال ارسال کر چکا ہوں۔ افسوس کہ ہندوستان اور پاکستان کی کشمکش اور اس کشمکش کی بطن سے بنگلہ دیش کے وجود میں آنے کی وجہ سے وہ برقرار نہ رہ سکے۔ اور ملک میں ایمرجنسی کے قیام نے انجمن کی سرگرمیوں کو ٹھپ کر دیا اور ملک کے مشرقی حصے میں جو صورت حال پیدا ہو گئی اس سے انجمن جیسی تنظیموں کے لئے کچھ کام کرنا آسان نہ تھا۔

بہرحال جون ۱۹۷۱ء میں انتخابات ہوئے جس میں انجمن کے حسب ذیل عہدیداران اور اراکین متفقہ طور پر منتخب ہوئے

صدر: جناب شاہ مشتاق احمد

نائبین صدر: (۱) ڈاکٹر شاہ شمیم احمد ایم بی بی ایس آرہ

(۲) " محمد یونس ایم بی بی ایس بھاگلپور

(۳) پروفیسر ابوذر عثمانی۔ رانچی

جنرل سکریٹری: بیتاب صدیقی

سکریٹری: ۱۔ پروفیسر شکیب ایاز ایم۔اے

" ۲۔ مظاہر الدین ایڈوکیٹ

" ۳۔ انیس احمد عادل ایڈوکیٹ

خازن: ہارون الرشید۔

ارکان مجلس عاملہ

۱۔ جناب غلام سرور ایڈیٹر سنگم ۲۔ پروفیسر عبد المغنی۔ ۳۔ ذبین الحق ام کام کٹیہار ۴۔ پروفیسر سید مظفر اقبال مظفرپور ۵۔ پروفیسر حافظ عبد المنان رنگیہ کالج۔ ۶۔ شری بیر سنگھ ایم ایل اے۔ ۷۔ جناب زبیر اعظم جعفری۔ اسپیشل آفیسر بہار صوبائی سنی مجلس اوقاف (سابق)۔ ۸۔ کامریڈ شفیق رحیم۔ ۹۔ جوہر نظامی ۱۰۔ فضل الرحمٰن ایم۔ایل۔سی (کانگریس)۔ ۱۱۔ ڈاکٹر عبد العزیز انصاری دربھنگہ۔ ۱۲۔ چودھری خلیق الزماں ایڈوکیٹ کشن گنج پورنیہ۔

موخر الذکر دو ممبروں نے کبھی مجلس عاملہ کی نشست میں شرکت نہ کی اور نہ مجلس عاملہ میں شرکت کی منظوری دی اس لئے مجلس عاملہ نے ان دونوں حضرات کی جگہ پر پروفیسر قمر اعظم ہاشمی ایل۔ایس۔ کالج مظفرپور اور پرنسپل کلیان کمار رام موہن رائے ہائر سکنڈری اسکول پٹنہ کو مجلس عاملہ میں شامل کر لیا ہے۔

دیگر عہدیداران میں سکریٹری نشر و اشاعت ریاض عظیم آبادی ایڈیٹر مسائل ہفتہ وار جوائنٹ سکریٹری شاہ انجم نظام الدین انصاری، واعظ الحق فاضل شمسی منتخب ہوئے جس میں اوّل الذکر کے استعفے کے بعد جناب پروفیسر احسان اشرف بی۔ایچ ڈی کامرس کالج کو جوائنٹ سکریٹری نامزد کیا گیا اور وہی دفتری امور کو انجام دیتے ہیں۔ حسب ذیل حضرات مخصوص مدعوین میں شامل کئے گئے:

۱۔ شری رامائن سنگھ۔ ۲۔ ڈاکٹر سید اختر احمد اورینوی۔ ۳۔ حضرت مولانا عثمان غنی پھلواری شریف۔ ۴۔ ظفر الزماں ایڈوکیٹ، پٹنہ۔ ۵۔ سید عزیز ہاشمی ایڈوکیٹ موتیہاری (چمپارن)۔ ۶۔ بدر الزماں ایڈوکیٹ ہزاری باغ۔ ۷۔ پروفیسر انیس امام آرہ۔ ۸۔ پروفیسر حامد چھپروی۔ چھپرہ۔ ۹۔ ڈاکٹر احسان اشرف ۱۰۔ سید حسن امام درد دربھنگہ۔ ۱۱۔ باسط عظیم آبادی صدر سنگھ بھوم ضلع انجمن ترقی اردو چکردھرپور۔ ۱۲۔ مولانا اصغر امام فلسفی ایڈیٹر نقیب پھلواری شریف۔ ۱۳۔ عثمان یوسف ایم۔اے صدر گلی۔ ۱۴۔ ذبین انصاری دانا پور۔ ۱۵۔ شاہد رام نگری ایڈیٹر امروز ہند پٹنہ۔ ۱۶۔ حکیم شہاب ابراہیمی مظفرپور۔ ۱۷۔ یٰسین ایڈوکیٹ ارریہ ضلع پورنیہ۔ ۱۸۔ اسلم آزاد۔ ۱۹۔ رفیق الدین

حسب ذیل حضرات ڈویژنل ارگنائزر نامزد ہوئے تاکہ ریاست کے ہر گوشے میں اردو تحریک کو فعال اور موثر بنایا جا سکے۔ (۱) چھوٹا ناگپور ڈویژن۔ سیف تجلی شہری جمشید پور (۲) بھاگلپور ڈویژن۔ تسنیم ربانی ایڈیٹر بہار ا پرچم کشن گنج (۳) ترہت ڈویژن۔ پروفیسر شمیم احمد صدیقی ایم۔اے (۴) پٹنہ ڈویژن۔ سید رضوان غنی اصلاحی پھلواری شریف۔

(نوٹ: ۱۹۷۱ء کا انتخاب ۷۰-۱۹۶۹ء اور ۷۱-۱۹۷۰ء کی ممبر سازی کی بنیاد پر ہوا۔

بہرکیف بہار ریاستی انجمن ترقی اردو کی ریاست بھر میں ۲۷۲ شاخیں ہیں لیکن زیادہ تر شاخیں جمود و تعطل کی شکار ہیں جس کی خاص وجہ ریاست سے مقامی شاخوں کا براہ راست واسطے کا ٹوٹ جانا ہے اس لئے کہ جب تک مقامی شاخیں براہ راست ریاستی شاخ سے متعلق تھیں شاخوں میں سرگرمی رہتی تھی لیکن نئے دستور کے تحت ۱۹۶۸ء سے مقامی شاخوں کا ضلع کونسل سے تعلق ہو گیا ہے اور عام طور پر ضلعی تنظیمیں جمود و تعطل کی شکار رہیں۔ جیسا کہ گزشتہ سال

(باقی صفحہ ۶ پر)

دی مغل لائن لمیٹیڈ

(حکومت ہند کا تجارتی ادارہ)

پروگرام حج ۱۹۷۴ء

حج ۱۹۷۴ء کی تمام درخواستیں مغل لائن کی جانب سے جاری کردہ نئے درخواست فارم پر قبول کی جائیں گی۔ لہٰذا پرانے درخواست فارم قطعی طور پر استعمال نہ کئے جائیں۔

ہم انتہائی مسرت کے ساتھ ذیل میں حج ۱۹۷۴ء کے لئے بمبئی سے بحری جہازوں کی روانگی اور جہازوں کی واپسی کا عارضی پروگرام پیش کرتے ہیں۔

بمبئی سے روانگی			جدہ سے روانگی	
قبل رمضان ۱۔ ایم وی اکبر	۲۰ ستمبر ۱۹۷۳ء		ایس ایس مظفری	۹ جنوری ۱۹۷۴ء
بعد رمضان ۲۔ ،،	۳ نومبر	،،	ایم وی اکبر	۱۲ ،، ،،
۳۔ ایس ایس سعودی	۸ ،،	،،	ایس ایس سعودی	۱۵ ،، ،،
۴۔ ایس ایس مظفری	۱۴ ،،	،،	ایس ایس خضری	۲۸ ،، ،،
۵۔ ایم وی اکبر	۱۹ ،،	،،	ایم وی اکبر	۳۱ ،، ،،
۶۔ ایس ایس سعودی	۲۷ ،،	،،	ایس ایس سعودی	۵ فروری ،،
۷۔ ایس ایس مظفری	۲ دسمبر	،،	ایس ایس مظفری	۱۵ ،، ،،
۸۔ ایم وی اکبر	۵ ،،	،،	ایم وی اکبر	۱۶ ،، ،،
۹۔ ایس ایس سعودی	۱۰ ،،	،،	ایس ایس سعودی	۲۵ ،، ،،
۱۰۔ ایس ایس مظفری	۲۰ ،،	،،	ایس ایس مظفری	۴ مارچ ،،
۱۱۔ ایم وی اکبر	۲۴ ،،	،،	ایم وی اکبر	۷ ،، ،،

کرایہ جہاز بمبئی جدہ بمبئی کے سفر کا کرایہ مندرجہ ذیل ہے صرف واپسی ٹکٹ جاری کئے جائیں گے

	کرایہ مع خوراک	کاشن خدمات جدہ وکرایہ مکان	فارن ٹریول ٹیکس	ہیلتھ پیپرس وغیرہ کی فیس	مجموعی رقم
فرسٹ کلاس بالغ	۲۴۸۰ روپے	۱۵۰ روپے	۳۶۸ روپے	۱۴ روپے	۳۰۱۲ روپے
بچے ۳ تا ۵ سال	۱۲۴۰ ،،	—	۱۸۶ ،،	۱۴ ،،	۱۴۴۰ ،،
،، ۱ تا ۳ ،،	۱۰۷۴ ،،	—	۱۶۱ ،،	۱۴ ،،	۱۲۴۹ ،،

اسپیشل ڈیک کلاس یہ انتظام بالائی ڈیک میں مزید سہولتوں مثلاً آرام دہ بستر اور ۶ تا ۱۲ بستروں کے علاوہ علیحدہ کمپارٹمنٹ کے ساتھ کیا گیا ہے۔

عرشہ ایم وی اکبر بالغ	۹۵۰ روپے	۱۵۰ روپے	مستثنیٰ	۱۴ روپے	۱۱۱۴ روپے
بچے ۵ تا ۱۲ سال	۴۷۵ ،،	—	*	،، ،،	۴۸۹ ،،
،، ۱ تا ۳ ،،	۴۲۵ ،،	—	*	،، ،،	۴۳۹ ،،
ڈیک کلاس بالغ	۹۰۰ ،،	۱۵۰ روپے	*	،، ،،	۱۰۶۴ ،،
بچے ۵ تا ۱۲ سال	۴۵۰ ،،	—	*	،، ،،	۴۶۴ ،،
،، ۱ تا ۳ ،،	۴۰۰ ،،	—	*	،، ،،	۴۱۴ ،،
ایک سال سے کم	—	—	*	،، ،،	۱۴ ،،

* بشرطیکہ درخواست گزاران عازمین حج ...
بصورت دیگر کرایہ کا دس فیصدی ٹیکس روا...
کے جن عازمین کا کرایہ مغل لائن میں جمع ہے وہ ...
رقم کا ڈرافٹ روانہ کریں۔

پابندیاں :-

حکومت ہند نے عازمین حج کے مفاد عامہ ...
ہیں لہٰذا عازمین حج کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ ...
درج ذیل عازمین کی درخواست ناقابل قبول ہوں گی
(الف) وہ افراد جو گزشتہ پانچ سال ...
کے کسی بھی حصے سے فریضۂ حج ادا کر چکے ہیں ایسے ...
(ب) وہ بچے جن کی عمر ۵ اور ۱۲ سال کے ...
(ج) قبل رمضان سفر کرنے والے وہ عاز...
رمضان کے سفر کرنے والے وہ عازمین جن کے پاس ...
اور بعد رمضان کے عازمین کو زیادہ سے زیادہ ...
(د) وہ خواتین جنہیں جہاز پر سوار ہونے ...
(ہ) درج ذیل بیماریوں اور معذوریوں میں ...
(۱) دماغی امراض (۲) ٹی بی یا دق یا سل (۳) ...
دیگر شدید متعدی بیماریاں یا جسمانی معذوری۔ شدید ...
شدید بیماری یا خاتون کے حمل پر شبہ کی حالت ...
عازمین حج غلط بیانی سے درخواست نہ دیں۔

درخواست بھیجنے کا طریقہ :-

حج ۱۹۷۴ء کے تمام عازمین ...
مغل لائن سے بلاقیمت تقسیم کے ...
درخواست دیں پرانے فارم پر دی گئی ...

درخواست کے دو فارم ہر طرح ...
ہی پوری رقم کا فرسٹ کلاس اسپیشل ڈیک ...

تار کا پتہ

مغل بمبئی

...GUL" BOMBAY

ہیں حکومت ہند نے زرمبادلہ دینا منظور کیا ہے
ے وقت بمبئی میں ادا کرنا ہوگا۔ سال گزشتہ
یے حوالہ نمبر کے اندراج کے ساتھ مزید درکار

ان کی بھلائی کے پیش نظر بعض پابندیاں عاید کی
کردہ پابندیوں کو اچھی طرح سمجھ کر درخواست دیں

۱۹۶۶ء تا ۱۹۷۰ء کے درمیان ہندوستان
حج بدل پر بھی جا سکیں گے۔
یابی ہوگی۔
ن کے پاس دو ہزار (۲۰۰۰) روپے اور بعد
۱۷۶ روپیہ (سو چھہتر روپیہ) سے کم رقم جو قبل
ہزار روپے تک زرمبادلہ دیا جائے گا۔
پانچ ماہ یا اس سے زیادہ کا حمل ہے۔
(ا)۔
امراض (۴) شدید دمہ (۵) منتحہ، جذام (۶)
یا خاتون کے حمل پر خطر کی حالت میں
بمبئی میں ان کا طبی معائنہ کیا جائے گا لہٰذا

ے انتہائی ضروری ہے کہ وہ
والے نئے درخواست فارم پر
است قبول نہیں کی جائے گی۔

مکمل ہونے چاہئیں اور ان کے ساتھ
اس یا ڈیک کلاس کا بینک ڈرافٹ بھی

ہونا چاہیے۔ درخواست فارم اور بینک ڈرافٹ صرف رجسٹرڈ پوسٹ کے ذریعہ **مغل لائن لمیٹڈ** ۱۶ بینک اسٹریٹ فورٹ بمبئی ۱ کے نام ۳۰ر جولائی ۱۹۷۳ء تک پہنچ جانے چاہئیں۔

(۱) ریاست جموں و کشمیر (۲) منی پور (۳) جزائر انڈمان و نکوبار (۴) جزائر لکادیپ، منی کوئی اور امین دیوی کی درخواستوں کا انتخاب ریاستی حج کمیٹی / ایڈمنسٹریٹر کرتے ہیں لہٰذا ان مقامات کے عازمین حج صرف مقامی حکام کو درخواستیں دیں گے۔

درخواستیں وصول ہونے کی آخری تاریخ:۔

حج ۱۹۷۳ء کے لیے مقررہ فارم پر تمام درخواستیں مذکورہ بالا طریقہ کے مطابق ہر اعتبار سے مکمل رجسٹرڈ پوسٹ کے ذریعہ اس طرح روانہ کی جائیں کہ وہ کمپنی کے رجسٹرڈ آفس پر ۳۰ر جولائی ۱۹۷۳ء یا اس سے قبل پہنچ جائیں دستی طور پر کوئی درخواست دفتر کے کاؤنٹر پر قبول نہیں کی جائے گی ۳۰ر جولائی ۱۹۷۳ء کے بعد پہونچنے والی کوئی درخواست قبول نہیں کی جائے گی اور اسے بھیجنے والے کو لوٹا دیا جائے گا۔

درخواست فارم:۔

نئے جاری کردہ درخواست فارم برائے حج ۱۹۷۳ء صرف عازمین حج کو ان کی گزارش پر مغل لائن مفت مہیا کرتی ہے عازمین حج کے لئے لازمی ہے کہ وہ حج ۱۹۷۳ء کے لیے چھپے ہوئے نئے فارم کا استعمال کریں اور پرانے فارم قطعاً استعمال نہ کریں۔ یہ بات خاص طور پر یاد رکھنی چاہیے کہ فارم مہیا کرنے، درخواستیں اور کرایہ کی رقم قبول کرنے یا اس طرح کا کوئی کام انجام دینے کے لئے مغل لائن نے اپنی کوئی شاخ نمائندہ یا ایجنٹ مقرر نہیں کیا ہے۔

مذکورہ بالا معلومات حج ۱۹۷۳ء کے لیے مغل لائن کے جاری کردہ اعلان کا اختصار ہے مکمل تفصیلات اور درخواست فارم کیلئے لکھئے

(صفحہ ۵ سے آگے)

اس صورت حال کی نشاندہی کی تھی اور مشورہ دیا تھا کہ کم سے کم مقامی شاخوں سے ریاست کے لئے جو کونسلر منتخب ہوں وہ اضلاع کے توسط سے نہ ہوں بلکہ براہ راست مقامی شاخیں ضلع اور ریاست کے لئے ممبر سازی کی بنیاد پر کونسلر منتخب کریں تاکہ ریاست اور مقامی شاخوں کا تعلق برقرار رہے۔ اس لئے کہ تجربہ میں آیا ہے کہ جو ضلع جمود میں مبتلا ہیں وہاں انتخابات بھی نہیں ہوتے اور وہاں سے ریاستی کونسلر بھی نہیں آتے ہیں اور ان کی نمائندگی بھی نہیں ہو پاتی ہے۔

بہرحال ۱۹۷۲ء کے اوائل میں گرچہ بہار کی صورت حال غیر یقینی سی تھی پھر بھی انجمن کی قیادت اردو تحریک کے تقاضوں کو سامنے رکھ کر ۱۹ رجنوری ۷۲ء کی مجلس عاملہ کی ہنگامی نشست میں حکومت سے ٹکر لینے کے لئے فیصلہ کن اقدام پر تیار ہو گئی۔ یہ وہ وقت تھا کہ جناب غلام سرور سلاخوں کے پیچھے ڈال دئے گئے تھے اور ہم لوگوں کی گرفتاری کی بھی افواہ روز گشت کر رہی تھی انجمن کے سربرآوردہ افراد کے خلاف طرح طرح کی الزام تراشیاں ہو رہی تھیں ہندی ساہتیہ سمیلن کے لوگ حکومت کو انجمن کے خلاف ابھار رہے تھے۔

مجلس عاملہ نے جناب غلام سرور کی گرفتاری پر سخت احتجاج کیا اور کھلی عدالت میں مقدمہ چلانے کا مطالبہ کیا۔ اس وقت تک بہار میں عام انتخابات کا مسئلہ سامنے آچکا تھا۔ اس لئے مجلس عاملہ نے اپنا صاف موقف اختیار کیا اور اعلان کیا کہ چونکہ انجمن کا مطالبہ پورا نہیں ہوا ہے اس لئے ۶۷ء میں جو انجمن کا موقف تھا برقرار رہے گا مجلس عاملہ نے یہ بھی اعلان کیا کہ ۱۹۷۱ء کے پارلیمانی انتخاب کے نتیجے میں حکمراں کانگریس کی مطلق العنان اکثریت کے باعث جمہوریت کو خطرہ لاحق ہو گیا ہے اس لئے جمہوریت کی حفاظت اور اپنے حقوق کے لئے اردو عوام انجمن کے موقف کا ساتھ دیں۔ اس موقع پر مجلس عاملہ نے دربھنگہ کے پارلیمانی ضمنی انتخاب میں بھی کانگریس کے امیدوار شری للت نرائن مصرا کی مخالفت میں تجویز منظور کی چونکہ غلام سرور صاحب کی گرفتاری میں ان کا زبردست ہاتھ تھا اور ۷-۸ ماہ قبل پٹنہ میں انجمن کے لوگوں سے ایک ملاقات میں وزیر اعظم کے اردو کے متعلق معاندانہ رویہ اور جھوٹے وعدہ کی شکایت پر شری مصرا نے صاف لفظوں میں کہا تھا کہ ایک بار ہمیں بھی موقع دیں ہم چھ ماہ کے اندر اردو کے مسئلے کو حل کرا دیتے ہیں لیکن ان کا وعدہ کبھی ایفا نہ ہوا چنانچہ موصوف کا انتخاب ان کے لئے دردسر ہو گیا اور غلام سرور کی گرفتاری ان کے انتخاب میں ایک ایشو بن گئی بہرکیف اپنے انتخاب کے خاتمہ کے دوسرے ہی دن انہوں نے غلام سرور صاحب کو رہا کرا دیا۔

مختصراً عرض ہے کہ صورت حال سے مجبور ہو کر انجمن عام انتخابات میں اپنا موثر کردار ادا کرنے کے لئے بہت غور و فکر کے بعد میدان میں آئی۔ گرچہ اس سے کوئی امیدوار نہیں کھڑا کیا گیا مگر یہ حقیقت ہے کہ انجمن کی قیادت کی کوششوں سے جمہوریت کی لاج رہ گئی اور ریاست بہار کو انجمن نے ایک طاقتور حزب مخالف بخشا جبکہ دوسری ریاستوں میں حزب مخالف کا بالکل صفایا ہو گیا اور بعد کے واقعات نے یہ ثابت کر دیا کہ حکومت کو بہار میں انجمن کے ایک طاقت کی حیثیت سے ابھرنے کا پورا احساس کرنا پڑا ہے۔

انتخابات کے ہنگاموں سے فرصت کے بعد ابھی انجمن کی سرگرمیوں کو آگے بڑھانے کے لئے ہم لوگ غور و خوض کر ہی رہے تھے کہ اچانک مجھے چند مہینوں کے لئے پٹنہ سے رخصت ہو کر مکان جانا پڑا اور پھر مکان پر مختلف مسائل میں ایسا الجھا کہ ۲۰ رجولائی ۷۲ء کو پٹنہ لوٹ سکا اس اثنا میں جون کے آخر میں تین دنوں کے لئے ایک بار پٹنہ آیا بھی تھا بہرکیف میرے جانے کے دوسرے ہی دن ۱۶ رمارچ کا دن گزار کر ۹ بجے شب میں پھر غلام سرور صاحب کو گرفتار کر کے ہزاری باغ جیل بھیج دیا گیا۔ جہاں سے وہ ۱۴ رجولائی کو پٹنہ ہائی کورٹ کے حکم پر رہا کئے گئے۔ ہم دونوں کی عدم موجودگی میں صدر انجمن شاہ مشتاق احمد صاحب بھی سخت علیل ہو گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انجمن کے سارے کام ٹھپ پڑ گئے۔ میں جب مکان سے لوٹا تو سامنے ایک نہایت پیچیدہ مسئلہ آگیا تھا۔ اس وقت حکومت نے مڈل تک تمام اسکولوں کو سرکاری تحویل میں لینے اور پرائمری تعلیم کو قومیانے کا اعلان کر رکھا تھا اور حکومت کے اس اقدام سے تنگ نظر افسر ناجائز فائدہ اٹھا کر اقلیتی اسکولوں یہاں تک کہ باقی اسکولوں کو زبردستی اپنے اختیار میں لینے کے لئے تلے ہوئے تھے اور اس غرض سے دھمکی دے رہے تھے۔ اس صورت حال کو میں نے فوراً محسوس کیا اور اگست میں انجمن پھر سرگرم ہو گئی۔ ۲۰ اگست کو جناب فخر الدین علی احمد مرکزی وزیر سے انجمن کا ایک وفد ملا اور اپنے مطالبات دہرائے گورنر بہار مسٹر بروآ سے بھی ہم لوگ ملے۔ اخبارات اور مختلف حلقوں میں انجمن کی سرگرمیاں تیز ہو گئیں۔ وزیر اعلیٰ بہار سے غیر رسمی ملاقات ہوئی تمام مسائل اور شکایات سے وزیر اعلیٰ کو آگاہ کیا گیا اور مطالبہ کیا گیا کہ لسانی اقلیتی کمیشن جسے کرپوری ٹھاکر کی مخلوط وزارت نے قائم کیا تھا اسے پھر زندہ کیا جائے۔ چنانچہ انجمن کے اہم مطالبے پر بہار مذہبی و لسانی اقلیتی کمیشن کی پہلی نشست ۲۴ راگست کو ہوئی۔ کمیشن کے ممبروں میں انجمن کے بھی دو نمائندے شامل ہیں مجھے اور شاہ مشتاق صاحب کو کرپوری ٹھاکر نے کمیشن کا ممبر نامزد کیا تھا چنانچہ ہم دونوں کا نام کیدار پانڈے وزارت نے بھی باقی رکھا۔ مذکورہ پہلی نشست میں اقلیتی اداروں کو سرکاری تحویل میں لینے کا مسئلہ میں نے پیش کیا اور حکومت کے اقدام کو صریحی دستور کے خلاف بتایا جس کے جواب میں وزیر اعلیٰ نے یقین دلایا کہ دستور کی اسپرٹ کو باقی رکھتے ہوئے اقلیتی اداروں کا تحفظ کیا جائے گا اور سرکاری تحویل میں حکومت نہیں لے گی۔

ابتدائی تعلیم کے میدان میں اردو کے ساتھ ناانصافیوں اور بے اعتنائیوں کو مکمل اعداد و شمار کے ساتھ میں نے پیش کیا جس پر حکومت نے اعلان کیا کہ ابتدائی تعلیم کے حلقے میں بدعنوانیوں

کو دور کیا جائے گا۔ بہرکیف کمیشن نے دو سب کمیٹیاں بنائی ہیں ایک مذہبی مسائل کے متعلق شکایات پر سفارش پیش کرنے کے لئے اور دوسری سب کمیٹی لسانی معاملات سے متعلق ہے جس میں مجھے رکھا گیا ہے ابھی سب کمیٹی نے کام نہیں شروع کیا ہے اس اثنا میں ۲۰ جنوری ۱۹۷۳ کو کمیشن کی دوسری نشست ہو چکی ہے۔ اس مرتبہ تحتانی سکولوں میں ابتدائی تعلیم کے مسئلہ پر میں نے حکومت سے بازپرس کی ہے اور اس معاملے میں ڈپٹی اسپیکر (کانگریس)، کمیونسٹ اور دوسری پارٹیوں کے ارکان نے بھی میرا ساتھ دیا۔ حکومت نے اور فروری تک مہلت مانگی تھی مگر اب معلوم ہوا ہے کہ کمیشن کی تیسری نشست ۲۰ مارچ کو ہوگی۔

بہار ریاستی انجمن کی مجلس عاملہ ... باہر کچھ جدوجہد کر رہی ہے اس سلسلے میں ۱۸ رستمبر ۱۹۷۲ کو مجلس عاملہ کی نشست ہوئی جس میں عام انتخابات کے بعد کے حالات کا جائزہ لیا گیا اور آگے اقدامات پر غور و فکر کے بعد طے پایا کہ انجمن کو سرگرم اور متحرک بنانے کے تنظیمی امور پر توجہ دی جائے اور اس سلسلہ میں ایک آرگنائزر بحال کیا جائے جو اضلاع کا دورہ کرے۔ اس سلسلے میں زبیر اعظم جعفری ممبر مجلس عاملہ کو چیف آرگنائزنگ سکریٹری مقرر کیا گیا۔ اکتوبر کی دس تاریخ تک وہ دورے پر رہے مگر جب واپس آئے تو اپنے نجی حالات کی وجہ سے ابھی تک نہیں جا سکے ہیں۔

دفتری سرگرمیوں کے لئے ڈاکٹر احسان اشرف کو دفتر کی پوری ذمہ داری دی گئی ہے مجلس عاملہ نے اپنی نشست میں مختلف تعلیمی و تعمیری کاموں میں سرگرمی پیدا کرنے کے لئے ایک ایڈہاک کمیٹی بنائی ہے جس میں ماہرین تعلیم کو شامل کیا گیا ہے۔

ایک تجویز کے ذریعہ وزیر اعلیٰ بہار سے بورڈ آف سکنڈری ایجوکیشن، سکنڈری اسکول اکزامینیشن بورڈ، ٹیکسٹ بک کارپوریشن اور ٹیکسٹ بک کمیٹی کے علاوہ تمام سرکاری تعلیمی اور لسانی مسائل سے متعلق کمیٹیوں میں بشمول ضلع تعلیمی پلاننگ کمیٹی انجمن کو نمائندگی دینے کا مطالبہ کیا گیا۔

ایک دوسری تجویز کے ذریعہ لسانی اقلیتی کمیشن کے سامنے ایک موثر محضرنامہ کی تیاری کے لئے تنگ دور کے علما میں بھی ایک سب کمیٹی بنائی گئی اس سلسلہ میں انجمن نے اردو عوام سے اخبارات کے ذریعہ اعداد و شمار بھیجنے کی اپیل جاری کی تھی اور دوسرے ذرائع سے اعداد و شمار کے حصول میں پوری طرح مجلس عاملہ معروف جنرل سکریٹریوں نے اس سلسلے میں دورے بھی کئے ہیں اور عوام سے رابطہ قائم کیا ہے۔

بہرکیف محضرنامہ تیار کرنے والی کمیٹی ایک نہایت وسیع اور مدلل و موثر محضرنامہ تیار کرنے میں کامیاب ہوگئی اور کمیشن کے سامنے وقت مقررہ پر داخل کر دیا گیا جس کی ایک کاپی آپ کی خدمت میں ارسال کر رہا ہوں۔ مجلس عاملہ نے مطالبات کی منظوری کے سلسلہ میں نشست کے دوسرے ہی دن انجمن کا ایک وفد ۱۰ آدمیوں پر مشتمل وزیر اعلیٰ بہار مسٹر کیدار پانڈے سے ۱۹ ستمبر کو ملا۔ بڑے خوشگوار ماحول میں دل کھول کر تمام لسانی مسائل اور اردو کے سلسلہ میں سرکاری مشنری کی معاندانہ حکومت کی پالیسی پر گفتگو ہوئی۔ وزیر اعلیٰ بہار مسٹر کیدار پانڈے نے مختلف تعلیمی کمیٹیوں اور آزاد اداروں میں انجمن کی نمائندگی کو تسلیم کرتے ہوئے فوراً حکم نامہ صادر فرمایا چنانچہ اس سلسلہ میں بہار سکنڈری ایجوکیشن بورڈ میں پرنسپل کے کے بہار ممبر مجلس عاملہ شامل ہو گئے ہیں اور پہلی ہی نشست میں نئے کھلنے والے اقلیتی اسکولوں کی راہ میں رکاوٹ دور کر چکے ہیں۔ چند دنوں پیشتر بہار سکنڈری اسکول اکزامینیشن بورڈ کے ممبر کے طور پر مجھے انجمن کے جنرل سکریٹری کی حیثیت سے شامل کر لیا گیا ہے اور اسی طرح بہار ٹیکسٹ بک کارپوریشن کے بورڈ آف ڈائرکٹرس میں جناب پروفیسر عبد المغنی صاحب شامل کر لئے گئے ہیں ان کا بھی نوٹیفکیشن ہو چکا ہے۔

ضلع ایجوکیشن پلاننگ کمیٹی میں بھی انجمن کے نمائندوں کی شمولیت کا مسئلہ زیر غور ہے سرکاری قانونی مشیر نے کچھ رکاوٹیں ڈالی ہیں ورنہ یہ مسئلہ بھی اب تک طے ہو چکا ہوتا۔ لیکن ابھی اردو کو علاقائی زبان کی حیثیت سے دوسری سرکاری زبان کا درجہ دلانے کا اہم مسئلہ ہم لوگوں کے سامنے پوری شدت کے ساتھ موجود ہے اور اس کا بہت کچھ انحصار کمیشن کی سفارشات پر ہے اور اب یہ ذمہ داری ہم لوگوں پر عائد ہوتی ہے کہ اپنے موافق سفارش کرا سکیں۔

اس دوران انجمن بے حد سرگرم رہی ہے اور مختلف مسئلوں کو حل کرنے کے لئے مختلف محاذ پر کام کرتی رہی ہے۔ اس سلسلہ میں ۲ر اکتوبر کو بہار کے اقلیتی اسکولوں کے نمائندوں کا ایک شاندار اجلاس میموریل اسکول، سیوسی مشن کے زیر اہتمام منعقد ہوا جس میں اقلیتی اسکولوں کی حفاظت اور اس کے فروغ کا مسئلہ سامنے آیا چنانچہ اسی ضمن میں یکم نومبر ۱۹۷۲ کو اقلیتی اسکولوں کے نمائندوں کا ایک وفد بہار کے مشہور ڈاکٹر محمد شمال کی قیادت میں وزیر اعلیٰ بہار سے مل چکا ہے جس میں جناب غلام سرور، پروفیسر عبد المغنی اور راقم الحروف شریک تھا وزیر اعلیٰ نے وفد کو یقین دلایا کہ اقلیتی اسکولوں کو حکومت سرکاری تحویل میں کسی حال میں نہیں لے گی۔

۲۸ر نومبر کو پٹنہ ضلع میں ابتدائی اسکولوں میں اردو معلموں کی بحالی میں کوتاہی کے مسئلہ پر انجمن کا ایک وفد پٹنہ ضلع کے مجسٹریٹ سے جو ضلع پلاننگ کمیٹی کے چیرمین بھی ہوتے ہیں اور ابتدائی تعلیم پر ضلع سپرنٹنڈنٹ آف ایجوکیشن کے متعصبانہ طرز عمل پر گفتگو کی۔ انجمن کے نمائندہ جناب غلام سرور کی کوششوں اور ہم لوگوں کے تعاون سے بہار میں ۱۵ اور ۱۶ ر دسمبر کو کل ہند اردو ایڈیٹرس کانفرنس منعقد ہوئی جس کی تجاویز اور سرگرمیوں سے آپ واقف ہوں گے۔

اسی اثنا میں مظفر پور میں ضلع سپرنٹنڈنٹ آف ایجوکیشن کے اردو معلموں کی بحالی میں کھلی بے انصافی کے خلاف بہار ریاستی انجمن کی قیادت میں مظفر پور کی مقامی ضلع شاخ نے ۱۹ ر دسمبر کو ایک مظاہرے کا اہتمام کیا یہ مظاہرہ ضلع کلکٹر چیرمین تعلیمی پلاننگ کمیٹی کے سامنے ہوا جس میں ۱۵ ہزار کا پرجوش اردو دوستوں کا مجمع شریک تھا غلام سرور پروفیسر عبد المغنی اشفاق مشتاق احمد اور دوسرے زعماء اردو میرے ہمراہ پٹنہ سے مظفر پور مظاہرہ کی قیادت کے لئے پہنچے اور ایک جلسہ کو خطاب کیا جس کا اردو عوام اور حکومت پر اچھا اثر پڑا ہے۔ ضلع بھر کے اردو دوست فرد ان مظاہروں میں شریک ہوئے تھے ایک طرف مرکزی حکومت سے لے کر ریاستی حکومت کے ذمہ داروں

ی تعصبی دہانیاں اور اردو کے ساتھ انصاف کے لئے خوشگوار تبدیلیوں کی بڑھتی ہوئی امیدیں ہیں تو دوسری طرف حکومت کے اردو مخالف طبقہ کی ڈپلومیسیاں ہیں جس کی وجہ سے اردو کی راہ میں رکاوٹیں پیدا ہوئی ہیں۔ بہار میں ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ر جنوری سنہ ۷۳ء کو اردو کمیٹی کے سربراہ شری گجرال صاحب فروغ اردو کمیٹی کی سربراہ بیگم حبیب اللہ صاحبہ کے ہمراہ تشریف لائے لیکن یہاں انھوں نے نہایت نازیبا انداز اختیار کیا جس سے مجبور ہو کر میں اور غلام سرور صاحب نے کمیٹی سے ملنے سے انکار کردیا۔ جناب پروفیسر کلیم الدین صاحب سابق ڈی پی آئی بہار اور مشہور محقق قاضی عبد الودود صاحب نے بھی ہم لوگوں کی طرح رویہ اختیار کیا۔ گجرال کمیٹی نے بہار ریاستی انجمن کے وفد کو نہیں بلایا بلکہ وہ ہندی کے نام نہاد دوست مشہور اردو دشمن کو جس نے رانچی میں قتل عام کرانے میں حصہ لیا تھا گجرال صاحب اپنے ہمراہ اردو کمیٹی کی نشست میں لائے اور اردو کے خلاف ان کا بیان دلوایا گوارہ کیا دونوں افراد نے اردو کے لئے ہندی رسم الخط اپنانے کے لئے زور دیا۔ مرکزی حکومت نے دوسرا اقدام یہ پیش کیا ہے کہ شری بروا سابق گورنر بہار کے ذریعہ بہار اردو اکیڈیمی قائم کی ہے جس کا قیام اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ انجمن کی تحریک کو کمزور کرنے کے لئے اردو دوستوں میں انتشار پیدا کرے پھر بھی ہم لوگوں نے کمیٹی کی مخالفت نہ کی بلکہ اس سے تعاون کیا اگرچہ اس میں انجمن کی نمائندگی نہ دی گئی تھی ویسے بہار بھر کے متفرقین کو اس میں بھر دیا گیا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ بہار اردو اکیڈیمی میں ایسے لوگ شامل کئے گئے تھے وہ کمیٹی کوئی نمایاں کام نہ کرسکی اور اب اس کی تشکیل نو ہونے جارہی ہے۔ آئندہ دیکھئے اس میں کیسے لوگ آتے ہیں۔

بہرحال بہار ریاستی انجمن اپنی ہمہ جہتی سرگرمیوں میں مصروف ہے اسکولوں، کالجوں، ابتدائی اسکولوں، نرسری اسکولوں کے قیام پر انجمن کی پوری توجہ ہے حالیہ مجلس عاملہ اور کونسل کی نشست منعقدہ ۱۱ر فروری میں بہت سے تجویزیں منظور ہوئی ہیں جس میں انجمن کی تنظیم کو موثر اور مضبوط بنانے کے پروگرام کو اولیت دی گئی ہے اور اسی سلسلہ میں ممبر سازی کی آخری تاریخ میں ۳۰ر اپریل سنہ ۱۹۷۳ء تک توسیع کی گئی ہے۔ بہار میں بہت سے نئے اضلاع کی تشکیل ہوئی ہے یہاں انجمن کی شاخوں کی تشکیل کا مسئلہ بھی ہمارے سامنے ہے اور ہم عملی اقدامات کررہے ہیں۔

لیکن سب سے بڑی دشواری ہمارے سامنے فنڈ کی ہے بہار میں اس سلسلہ میں ہمیں ہمیشہ ناسازگار صورت حال کا سامنا کرنا پڑا ہے انجمن کی آمدنی کے ذرائع بے حد محدود ہیں صرف ممبر سازی اور عطیات واحد ذریعہ ہیں ان کی بھی تعداد نہایت قلیل ہے۔ اس کی وجہ سے ہم جس تیزی کے ساتھ اپنی سرگرمیوں کو کامیابی کی منزل تک پہنچانا چاہتے ہیں اسی تیزی کے ساتھ ہمیں مایوس ہونا پڑتا ہے اس مرحلے پر مرکزی انجمن سے درخواست ہے کہ وہ ریاستی انجمن کی مالی اعانت کرے ہمیں پورا یقین ہے کہ ہم اردو تحریک کے مقاصد کو انشاء اللہ پورا کرکے دم لیں گے۔

• بیتاب صدیقی، جنرل سکریٹری

انجمن ترقی اردو منڈاور کے انتخابات

منڈاور، ضلع بجنور۔ انجمن ترقی اردو منڈاور کا اجلاس زیر صدارت جناب پنڈت کیشو سرن شرما، ممبر آل انڈیا کانگریس کمیٹی منعقد ہوا جس میں شاخ کے عہدیداروں و مجلس عاملہ کی تشکیل کا انتخاب عمل میں آیا۔

(۱) جناب پنڈت کیشو سرن شرما۔ صدر
(۲) جناب نریش چندر گپتا پرنسپل۔ نائب صدر
(۳) جناب محمد ادریس صدیقی۔ نائب صدر
(۴) جناب نوتن لال ایم۔اے۔ بی۔ٹی ادیب کامل۔ سکریٹری
(۵) جناب علاؤالدین۔ ایم۔اے۔ بی۔ٹی۔ جوائنٹ سکریٹری
(۶) جناب وبھو کمار اگروال۔ خازن

• نوتن لعل، سکریٹری

ساہتیہ اکاڈمی راجستھان کا انعام

انجمن ترقی اردو شاخ جودھپور کی جدوجہد سے سرزمین مارواڑ کے مشہور و بزرگ شاعر اور انجمن ہذا کے دیرینہ ممبر جناب کالے خاں صاحب آرزو کو راجستھان ساہتیہ اکاڈمی نے ان کے تخلیقی ادب کے سرمایہ کو مدنظر رکھتے ہوئے مبلغ ۶۰۰ (چھ سو روپے) کا عطیہ منظور کیا ہے اور یہ رقم موصوف کو مل گئی ہے۔

• محمد عبدالقیوم خاں، جوائنٹ سکریٹری

کتابیں ملیں

(تبصرہ کے لئے ہر کتاب کی دو جلدیں آنا ضروری ہیں)

ہندی اردو سمنوے

ایم عزیز الحسن
ایم. وے حسن بھیرہ وی، ڈاکخانہ بھیرہ ضلع پوروی چمپارن بہار۔
صفحات: ۲۸ - قیمت: ۱ روپے

سماج وادی آواز

دلکش بدایونی
دلکش بدایونی سکریٹری بزم عشرت، محلہ مراد سے زدہ بدایوں۔
صفحات: ۱۰۴ - قیمت: ۲/۵۰

جریدہ تعلیمات اسلامی پندرہ روزہ

سید نظیر مہدی نقوی
دفتر تعلیمات اسلامی۔ ۸ شبلی روڈ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ
صفحات: ۸ ۔ قیمت: ۲۵ پیسے فی پرچہ

تذکرۂ شعراء

مرتب ڈاکٹر طاہر لاری
ادبستان نظام پور گورکھپور
صفحات: ۲۰۴ ۔ قیمت: ۵ روپے

صبح کا سورج

فیض الحسن خیال
فیض الحسن خیال ۱/۲۳-۴-۲۰ مرلی نگلی حیدرآباد
صفحات: ۱۲۸ ۔ قیمت: ۲/۵۰

لفظوں کا سفر

جمیل کلیمی
کلیم بکڈپو۔ خاص بازار، احمد آباد
قیمت: ۶ روپے

شہاب ثاقب

مولانا محمد مخدوم علی سہروردی
مولانا محمد مخدوم علی سہروردی ثاقب گلبرگوی دکیل ہائی کورٹ گلبرگہ
صفحات: ۱۵۵ ۔ قیمت: ۱/۵۰

صفحہ ۱۱ سے آگے

ONTOLOGY OF SOCIAL EXISTENCE (1971) کے تحت LABOUR پر ایک باب کا انگریزی ترجمہ، آرٹ اور سماج پر اس کے ۱۹۷۰ء کے دیباچے کے ترجمے، آرٹ کا فلسفہ ۱۴-۱۹۱۲ (ہائیڈل برگ کے دور کی جمالیات) پال ارنسٹ کے نام خطوط ۱۱-۱۹۲۶ (FUTUROLOGY) اور مستقبلیات اُس کے ایک انٹرویو کے تراجم شامل ہیں۔ لوکاچ کے متعلق ستائیس نقادوں ہیں اور ان کے بعد اس کے دوستوں اور شاگردوں کے دو مضامین ہیں۔ اس پر ایک دوست کی نظم بھی شامل ہے۔ مضامین میں ژینیس آگنس، لیوسین گولڈمن اور ایگنس ہیلر کے مضامین قابل ذکر ہیں۔ بہرحال اس خاص نمبر سے لوکاچ کے فکری ارتقا اور اس کی ہمہ گیری دونوں کا اچھا خاصا اندازہ ہو جاتا ہے۔

لوکاچ سے سرکاری کمونسٹ حلقے اس لئے خفا ہیں کہ ۱۹۵۶ء میں اُس نے ناگی (NAGY) کی وزارت میں وزیر تعلیم کا عہدہ قبول کر لیا تھا۔ وہ چیکوسلوواکیہ میں ڈبچیک کی حکومت کے خلاف روس کی تادیبی کارروائی کو بھی پسند نہیں کرتا تھا۔ اُس کی شہرت اور مقبولیت کی وجہ سے اس پر زیادہ عتاب نازل نہیں ہوا لیکن سرکاری حلقے اس کے خلاف ضرور ہو گئے۔ مگر وہ مارکسی تھا اور آخر تک رہا اور اپنے کو کمونسٹ بھی آخر تک کہتا رہا۔ مارکسی جمالیات میں اُس کا کارنامہ بہرحال بہت وقیع ہے اور یورپ کے علمی و ادبی حلقوں میں اُس کا اثر بھی خاصا ہے۔ اگلی قسط میں ہم اس کے تنقیدی افکار کا اردو دنیا سے تعارف کرائیں گے۔

ڈاکٹر آل احمد سرور

میرا صفحہ

چھوٹی بساط بڑی کائنات

(لوکاچ)

مشہور مارکسی نقاد لوکاچ کے تنقیدی کارنامے اور مارکسی تنقید میں اس کے درجے کا مجھے کچھ علم تھا۔ ۱۹۷۰ء میں جب حکومت ہند کی طرف سے میرے ہنگری جانے کا سوال اٹھا تھا تو میں نے خاص طور سے اس سے ملنے کی خواہش ظاہر کی تھی اور مجھے بتایا گیا تھا کہ وہ بہت بوڑھا اور ضعیف ہو چکا ہے اور عام طور پر کسی سے ملتا نہیں مگر میرے لئے خاص طور پر ہنگری کی حکومت اس سے ملاقات کا انتظام کرے گی۔ اس وقت میں بعض امتحانات کے مکمل نہ ہونے کی وجہ سے نہ جا سکا۔ اور ۱۹۷۱ء میں لوکاچ کا انتقال ہو گیا۔ جب ستمبر ۱۹۷۲ء میں میں بوڈاپیسٹ پہنچا تو میں نے دیرا گاتھی سے درخواست کی کہ لوکاچ کے شاگردوں سے مجھے ملا دیں تاکہ اس کی غیر مطبوعہ تصانیف کے متعلق کچھ واقفیت حاصل کر سکوں۔ دیرا گاتھی نے وعدہ کیا اور مجھے لوکاچ کے دو ممتاز شاگردوں سے ملوایا۔ یہ دونوں ادبی نظریہ اور ہنگری ادب کی تاریخ پر کام کر رہے ہیں۔ انھوں نے جس محبت اور عقیدت سے لوکاچ کا ذکر کیا اس سے یہ اندازہ ہوا کہ ہنگری کے ادبی حلقوں میں لوکاچ کو بڑے احترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے، مگر رائٹرس یونین کے نمائندے لوکاچ سے خوش نہ تھے ان لوگوں نے ایک معنی خیز جملہ یہ کہا کہ بڑے نقادوں سے بڑی غلطیاں بھی ہوتی ہیں۔ تاشقند کی یونیورسٹی سے ایک فلسفی صاحب علی گڑھ آئے تھے۔ ان سے میں نے لوکاچ کے متعلق ان کی رائے معلوم کرنی چاہی تو انھوں نے اسے (DEVIATIONIST) یعنی صراط مستقیم سے ہٹا ہوا قرار دیا۔ یورپ اور امریکہ کے ادبی حلقوں میں لوکاچ کی خاصی شہرت ہے۔ چنانچہ مارس ڈوبر نے وسکانسن یونیورسٹی سے موجودہ دور کے اہم نقادوں پر جو کتاب شائع کی ہے اس میں لوکاچ کے تنقیدی کارنامے کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔ سوسن سونٹیگ نے اپنی کتاب ترجمانی کے خلاف (AGAINST INTERPRETATION) میں لوکاچ کے بعض خیالات سے اختلاف کرتے ہوئے مارکسی تنقید میں اس کے کارنامے کی اہمیت کو تسلیم کیا ہے۔ فرانک کرموڈ کی ادارت میں موجودہ دور کے مشاہیر کے سلسلے کی جو کتابیں نکلی ہیں ان میں ایک لوکاچ پر جارج لچ تھائیم کی (GEORGE LICHTHEIM) کتاب بھی ہے۔ کچھ لوگ تو اسے مارکس کے بعد سب سے بڑا مارکسٹ کہتے ہیں۔ اس کے ابتدائی مضامین کا کارل مین ہائم پر نمایاں اثر ہے اور اس نے سارتر اور فرانسیسی وجودیت پرستوں کو بھی متاثر کیا ہے۔ اس نے ایک مضمون میں سولژے نٹسن کی ناول "ایوان ڈینی سوچ کی زندگی میں ایک دن" کی بڑی تعریف کی تھی لیکن اس کے ایک دعوے پر مجھے بڑی حیرت تھی کہ سولژے نٹسن کی حقیقت نگاری جوائس کی یولی سیز کی حقیقت نگاری سے زیادہ معنی خیز ہے۔ چنانچہ میں نے لوکاچ کے ایک شاگرد سے اس کا ذکر کیا اور ان کی رائے معلوم کی۔ انھوں نے کہا کہ لوکاچ جوائس کے تجربے کو اہمیت دیتے ہوئے یولیسس کی فلسفیانہ بحثوں اور ایک حد تک بناوٹی فضا کو ناپسند کرتا تھا اور اس کے مقابلے میں سولژے نٹسن کے محدود مگر واضح تجربے کو بالآخر زیادہ قیمتی سمجھتا تھا۔ مجھے اب بھی اس ناول سے اطمینان نہیں ہے مگر اس سے یہ ضرور ظاہر ہوتا ہے کہ لوکاچ کے یہاں حقیقت نگاری کے تصور کے کیا معنی تھے۔ بہر حال جب دیرا گاتھی نے نیو ہنگرین کوارٹرلی کے ایڈیٹر یک لاس وایدا سے میری ملاقات کا انتظام کیا تو چونکہ اس رسالے سے میں واقف تھا اور اس کے معیار کا قائل، اس لئے میں نے ایڈیٹر سے پوچھا کہ آپ کے رسالے میں لوکاچ کے متعلق ادھر کچھ مضامین شائع ہوئے ہیں یا نہیں۔ مجھے یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی کہ ان لوگوں نے لوکاچ کی پہلی برسی کے موقع پر اپنے رسالے کا ایک خاص نمبر لوکاچ کی یاد میں شائع کیا ہے اور یہ نمبر ابھی جلد بندی کے مراحل میں ہے۔ جب میں نے اس پرچے کو دیکھنے کا اشتیاق ظاہر کیا تو انھوں نے از راہ عنایت اس کے فرمے جمع کر کے ایک کاپی میرے لئے تیار کی اور مجھے تھوڑی دیر میں فراہم کر دی۔ مجھے اس بات پر فخر ہے کہ ساری دنیا میں پہلا شخص تھا جسے یہ نمبر دیکھنے کو ملا تھا۔ اس نمبر میں لوکاچ کی ایک ضخیم مگر غیر مطبوعہ کتاب

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

مالک انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ، پرنٹر و پبلشر سید افضل حسین ایم۔ اے نے لیتھو کلر پرنٹرس علی گڑھ میں چھپوا کر دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ سے شائع کیا